© rasailojaraid.com

نقش آغاز

مذہب انسان کی زندگی میں کس قدر دخل انداز ہوتا ہے یہ کسی مغرب زدہ فلسفی یا پروردۂ الحاد انسان سے نہ پوچھئے۔ اس لئے کہ اس کی پرواز کو مادی اسباب و وسائل سے بالا نہیں ہے۔ اس کے یہاں زندگی کا حاصل جسم کی آرائش و زیبائش اور دنیا کے رنگ و بو سے لطف اندوزی ہے۔ مغرب کی ساری زندگی اور زندگی کے سارے کاروبار کا محور صرف اور صرف یہی مادی تعیش اور دنیا کی ہوس ہے۔ اس کے سارے کل پرزے اسی مقصد کیلئے ڈھلتے اور جڑتے ہیں ـــــ دنیا کے بیشتر حصے نے مغرب کے اس تخیل و تصور کو اعتقاداً نہ سہی عمل اور کردار سے قبول کر لیا ہے۔ دنیا کے بیشتر مذاہب اس مغربی آئیڈیالوجی سے مرعوب ہو کر اس کوشش میں ہیں کہ اس تصور کو قبول کرنے کے ساتھ اسکو مذہبی رنگ دیدیا جائے۔ اور یہ سعی کی جا رہی ہے کہ ہر مذہب کی طرف سے یہ اجازت نامہ حاصل ہو جائے۔ کہ یورپ کا مادی نظام، خدا فراموشی اور معدہ پرستی اور دنیوی آسائشوں کیلئے شبانہ روز دوڑ دھوپ نہ صرف یہ کہ یہ مذاہب اسکے مخالف نہیں۔ بلکہ ان کی تعلیمات میں اس تہذیب و نظام کی گنجائش ہے ـــــ

عیسائیت۔ یہودیت۔ بدھ ازم۔ ہندو ازم اور اس کے علاوہ وہ نظریات جو اپنے آپ کو مذہب کے دائرہ میں داخل کرتے ہیں۔ ان سب کا حشر گزشتہ چند سال بلکہ چند صدیوں سے یہی ہو رہا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ اب تقریباً سب مذاہب یورپ کے مادی نظام کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے ہیں۔ اور اپنی بچی کھچی روحانیت کو خاک میں ملیا میٹ کرتے ہوئے اپنے روحانی نظام سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اور جہاں تک غور کیا جائے اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ان مذاہب میں زندگی کے سب مراحل کے لئے کوئی ایسا جامع نظام نہیں۔ جو ایک طرف فرد کے حیات کی نگہبانی کرے۔ اور دوسری طرف صحیح اجتماعی نظام کے پھیلنے اور پھولنے کے مواقع بہم پہنچائے۔

اسی حقیقت کے پیش نظر مغرب سے متاثر لوگوں میں یہ نعرہ سنا جاتا ہے۔ کہ مذہب فرد کا نجی فعل ہے۔ قوم و ملت کی اجتماعی حیات میں اس کا کچھ دخل نہیں۔ ان کا یہ نعرہ اس حیثیت سے صحیح ہے۔ کہ جن مذاہب سے ان کو واسطہ پڑا ہے یا جن کی ریسرچ و تحقیق میں یہ اپنی زندگیاں صرف کرتے ہیں۔ ان کی گرفت فرد سے آگے بڑھ کر اجتماعی نظام پر نہیں پڑتی۔ اس لئے ان کے یہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذہب کا اجتماعی زندگی میں موثر کردار ادا کرنا اس جدید تہذیب و تمدن کے دور میں مجنون کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ـــــــ

اسلام چونکہ ایک عالمگیر اور مکمل مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات کا دائرہ صرف چند رسومات تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ فرد اور قوم دونوں کی زندگیوں پر کنٹرول رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ جہاں فرد کی زندگی کیلئے لائحہ حیات تجویز کرتا ہے۔ وہاں سوسائٹی اور اجتماعی زندگی کے نظام کو بھی ایک صحیح رُخ پر ڈالتا ہے۔ اور یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں۔ بلکہ اسلام نے یہ سب کچھ اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں کر کے دکھایا ہے۔ اگر ایک مسلمان اسلام کی تعلیمات پہ گہری نظر رکھتا ہو تو کوئی دوسرا نظریہ اس کے دل و دماغ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ خلافِ اسلام کسی تصوّرِ حیات سے وہ مصالحت کر سکتا ہے۔ اسی ذہنی کشمکش کے دور میں اسلام کے نام لیواؤں کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ یورپ کے مادّی نظام اور دوسرے نظریات کی ٹکّر براہ راست اب اسلام سے ہے۔ اسلام ہی ان کا حریف ہے۔ اور اب ان کا سارا زور اور سب صلاحتیں اسلامی تعلیمات کی بیخ کنی اور انسانیت کو اسلام سے متنفّر کرنے کے لیئے وقف ہیں۔ بدقسمتی سے آج کا مسلمان "قرونِ خیر" سے دور ہوتے ہوئے اسلام کو خیر باد کہہ رہا ہے۔ اور اسکی زندگی آہستہ آہستہ اسلام کی گرفت سے آزاد ہوتی جارہی ہے۔ دینی حسّ کمزور ہونے کی وجہ سے عملی اعتبار سے مسلمان وہ نہیں رہا جو قرونِ اولیٰ کا باعمل اور مذہبی مسلمان تھا ـــــــ

یورپ مسلمان کے کردار کو کھوکھلا کرنے کے لئے اس سے بہتر چال اور کیا چل سکتا تھا۔ کہ اس کو زندگی کے ایسے پرکشش خطوط سے روشناس کر دیا، اور ایسا دامِ ہمرنگ زمین اسکے لئے بچھایا کہ مسلمان کا کردار تو ایک طرف اس کا ایمان ڈگمگا رہا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ایمان کی دولت اور اس کی حلاوت سے محروم ہوتا جارہا ہے ـــــــ

مسلمان کے مذہبی شعور اور اس کے دینی استقلال سے یہ توقع ہونی چاہیئے تھی کہ کفر و الحاد، ایمان کو متزلزل کرنیوالے نظریات، اخلاقی بے رہروی، جنسی آوارگی، اور اس کے علاوہ جن جن راستوں سے مسلمان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی، مسلمان ان تحریکوں کے پھیلنے پھولنے سے پہلے ہی ان کا سر کچل دیتے ـــــــ

مگر مذہبی اقدار سے گریز ... کر دیا ہے جہاں وہ

© rasailojaraid.com